قرآن کریم کی نگاہ میں انسانی معاشرے کی تشکیل نو میں محبت کا کردار

سید نعیم حسین شاہ (پاکستان)[۱]

اشاریہ:

محبت کا احساس صرف کسی چیز یا شخص سے انس کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ ایک پاکیزہ ارزش ہے جو پروردگار کی جانب سے اخلاقی تربیت اور ہدایت کے لیے انسانوں کو عطا ہوئی ہے۔ محبت کا حقیقی مقصد اللہ تعالی کی بارگاہ میں قرب کا حصول ہے۔ کسی بھی چیز میں افراط و تفریط کے مثبت نتائج سامنے نہیں آتے۔ محبت بھی بالکل اسی طرح ہے۔ محبت کے اس پاکیزہ احساس کو اگر دنیا میں ایک حد تک استعمال کیا جائے اور فانی نعمتوں کو ٹوٹ کر نہ چاہا جائے بلکہ اللہ کی محبت پر ہر چیز کی محبت کو قربان کیا جائے تو گھریلو اور معاشرتی سطح پر اس کے بے شمار مثبت اثرات سامنے آئیں گے۔ اس صورت میں یہ محبت، پاکیزہ اور شائستہ محبت کہلائے گی۔ لیکن اگر ہم اپنی پسند اور ناپسند اور روزمرہ ترجیحات میں اپنے رب کی نافرمانی کرنے لگیں تو اس صورت میں پورے سماج کو خطرناک نتائج بھگتنا پڑیں گے۔

اگرچہ محبت جیسے موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا، لیکن یہاں ہم دو قرآنی تفاسیر: "المیزان" اور "فی ظلال القرآن" کی روشنی میں محبت کے اچھے اور برے آثار کو اپنے قلم کی بساط کے مطابق پیش کریں گے۔

بنیادی اصطلاحات: تفسیر المیزان، تفسیر فی ظلال القرآن، محبت، محبت کے نتائج، معاشرہ (یا سماج) ۔

۱. (: ایم فل مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث مدرسہ عالی تفسیر و علوم قرآن) (استاد راہنما)

مقدمہ

محبت اور اسکے تقاضوں کو پورا کرنا انسان کا اساسی حق ہے۔ اور پروردگار نے اس انگیزے کو اعلی مقاصد تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور ان مقاصد میں سر فہرست قرب الٰھی ہے۔

اس مقالے میں دو تفاسیر "المیزان" اور "فی ظلال القرآن" کی روشنی میں محبت، اس کی دو اساسی اقسام یعنی شائستہ محبت اور ناشائستہ محبت، اور ان دونوں کے آثار کو بیان کیا جائے گا:

بنیادی اصطلاحات کی تشریح:

محبت "کا لغوی معنا:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ مشہور اہل لغت فراہیدی کے بقول لفظ "محبت" کا معنی گہری وابستگی کا ہے۔ اور اس کا متضاد لفظ "بغض" ہے۔ (خلیل ابن احمد فراہیدی کتاب العین، ج۱، ص۲۵۵)

اسی طرح صاحب کتاب قاموس القرآن کے مطابق "محبت" یعنی ایسی چیز کے ساتھ انسانی نفس کا بندھن جو اس کے موافق ہو۔ (سید علی اکبر قرشی، قاموس القرآن، ج۲، ص۹۲)

محبت "کا اصطلاحی معنا:

جو تعاریف لغت میں پیش کی گئی ہیں، بعینہ انہی تعاریف کو مختلف علوم کے خواص نے بھی ذکر کیا ہے۔ہاں البتہ یاد رہے کہ عرفاء، علماء اور مفسر حضرات کی جانب سے پیش کردہ "محبت" کی تعریفات کسی حد تک باہم مختلف ہیں۔ ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان کو بیان کرتے ہیں۔

علامہ مصباح یزدی؛

جن کا شمار علمائے اخلاق میں ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ "محبت" یعنی ایک باشعور فرد کے دل میں ایسی شیئ کی نسبت خاص حالت کا پیدا ہونا جو اس سے سازگار و مناسب ہو۔ (محمد تقی مصباح یزدی، اخلاق در قرآن، ج۱، ص۳۵۸) ۔

امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ؛

امام خمینی رحمہ اللہ علیہ علم فلسفہ کی رو سے محبت کو قابل تعریف نہیں سمجھتے، بلکہ ان کی نگاہ میں محبت کی حقیقت، باطنی امور میں سے ہے اور حقیقت تک رسائی پانے کے لیے نہ تو بصیرت کام آسکتی ہے اور نہ نظریہ۔ محبت اور نفرت، نفسانی اوصاف میں سے ہیں اور ان کی حقیقت ذاتی، ان کے مفهوم کی شرح سے زیادہ واضح

ہے۔ (روح اللہ خمینی، شرح چہل حدث، ص ۴۵۳) ۔

علامہ محمد حسین طباطبائی؛

ان کا شمار دور حاضر کے بہترین شیعہ مفسرین مین ہوتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ : "محبت، محب اور محبوب کے مابین رابطے کا نام ہے۔"

علامہ کی نگاہ میں محبت کی وہ تعریف جو کمال انسانی کا ذریعہ ہے، یوں ہے: محبت نام ہے اس وجودی رابطے کا جو انسان کو رب کی بارگاہ میں کمال تک پہونچاے۔ اور محبت نام ہے محبوب کی بارگاہ میں شعور کے ساتھ جذب ہو جانے کا"۔

(سید محمد حسین طباطبائی، المیزان، ج۱، ص۴۱۱ _ ۴۱۲) ۔

ڈاکٹر قطب شاذلی اپنی تفسیر میں محبت کی تعریف یوں کرتے ہیں: "محبت، ایسے رابطے کا نام ہے جو دل کی اتھاہ گہرائی سے سچے مومن اور پروردگار کے درمیان قائم ہو اور مومن کی روح اس میں جذب ہو۔"

(قطب شاذلی، جامع التفاسیر، فی ظلال القرآن، ج۱، ص ۱۵۴) ۔

معاشرہ" لغت میں:

راغب اصفہانی کی تعریف کچھ یوں ہے کہ : معاشرہ یعنی کچھ لوگ آپس میں مل جل کر رہنے لگیں۔ (محمد راغب اصفہانی، مفردات فی غریب القرآن، مادّہ جَمَعَ کے ذیل میں) ۔

معاشرہ اصطلاح میں:

علامہ مصباح یزدی کی جو مراد ہے اس کو اگر ہم اردو زبان کی نگاہ سے دیکھیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "کچھ افراد یا افراد کے گروہوں کا آپس میں مل جل کر رہنا" معاشرہ کہلاتا ہے۔ چاہے گاوں ہو، شہر ہو یا پھر ملک ہو، مثال کے طور پر جیسے ہم "پاکستانی معاشرہ" کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔

کسی ایک عقیدے یا مسلک کے لوگوں کے مجموعے کو بھی معاشرہ کہہ سکتے ہیں، جیسے "اسلامی معاشرہ، عیسائی معاشرہ" وغیرہ۔ اور جب بات ہو تمام بنی نوع آدم کی تو ہم وہاں "انسانی معاشرہ" کہیں گے۔

اسلامی مفکر شہید مرتضی مطھری کے بقول معاشرہ:

یعنی "انسانوں کا وہ مجموعہ ایک معاشرے کو جنم دیتا ہے جو خاص آداب اور رسم و رواج کے ساتھ مل جل کر زندگی گزار رہا ہو۔" (مرتضی مطھری، مقدمہ ای بر جھان بینی اسلامی (جامعہ و تاریخ) ۲۰۱۷، ص ۳۱۳)

پہلی بحث:

معاشرے میں محبت کے اچھے آثار؛

دوسروں کے باہمی میل جول رکھنا، ایک دوسرے کے حق میں نیکی کرنا اور خوش اخلاقی سے پیش آنا، اسلام ناب محمدی کی اعلی ترین اقدار میں سے ہے۔ اور جس قدر محبت و بھائی چارہ رائج ہو گا، اتنا ہی ان اقدار کے اثرات ظاہر ہوں گے۔

علامہ طباطبائی اور محبت کے مثبت اجتماعی آثار:

علامہ محمد حسین طباطبائی رح نے اپنی گرانقدر تفسیر میں یہ آثار کثرت سے بیان کیے ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ کا انتخاب کرتے ہیں: -

۱. توحید ناب کے سائے میں پروردگار کی اطاعت:

سورہ بقرہ کی آیت ۱۶۵ میں ارشاد باری تعالی ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ"

"اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور ان سے ویسے محبت کرنے لگتے ہیں جیسی خدا سے کرنی چاہیے، لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اللہ کے ساتھ ان کی محبت بہت سخت ہے۔ اور اگر وہ لوگ عذاب کو دیکھ لیں، جنہوں نے (باطل معبودوں کا انتخاب کر کے) ظلم کیا تو لازمی یہ بات جان لیں گے کہ ساری طاقت اللہ ہی کے لیئے ہے (اور باطل معبود سب ھیچ ہیں۔) اور خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔" (محمد حسین طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱، ص۶۱۱) -

۲. متضاد اوصاف کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کی معیّت۔

"مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا"

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں،

آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجالائے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔۔ (الفتح/۲۹)

۳. محبت خدا موجب جمع صفات متضاد

علامہ کہتے ہیں کہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آیہ ان لوگوں کو بیان کرتی ہے جو خدا کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور "شدت" اور "رحمت" کو جو دو متضاد صفات ہیں ان کی صفات کے طور پر شمار کرتی ہیں ۔ تا کہ ممکنہ وہم کو دور کرے اور کسی کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ کافروں کے ساتھ شدت مسلمانوں کو عام طور پر سخت دل بنادے گی، چنانچہ "اشدا" کے بعد: یہ جملہ اجتماعی طور پر بتاتا ہے کہ مومنین، کافروں کے ساتھ سخت جبکہ اپنوں پر مہربان ہیں۔ (محمد حسین طباطبایی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱۸، ص۴۴۶)

۴. محبت حقیقی باعث سعادت انسان

"وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ"

"اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلے پر نکلے تو کہنے لگے: پروردگارا! ہمیں صبر سے لبریز فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کفار پر ہمیں فتح یاب کر۔ (بقرہ/۲۵۰)

لفظ "بروز" کا معنی ظاہر ہونا ہے اور اسی وجہ سے لشکر دشمن سے مبارز طلب کرنے والے کو "براز" کہتے ہیں۔". (محمد حسین طباطبایی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۲، ص۴۴۳)

یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا رب ان کے دلوں میں اتنا صبر ڈالے گا جتنا کہ ان کے دلوں کی گنجائش ہے۔

اور ثابت قدمی کا اشارہ بھی انہیں جہاد میں محکم رکھنے کو بتاتا ہے تا کہ وہ بھاگ نہ جائیں۔۔ (محمد حسین طباطبایی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱، ص۴۴۸)

دوسری بحث

محبت ممدوح کے معاشرتی اثرات سید قطب کی نگاہ میں:

۱. رسول خدا کی اتباع:

"مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ وَالَّذِينَ مَعَہٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَہُمْ تَرٰىہُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللہِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاہُمْ فِيْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُہُمْ فِي التَّوْرٰىۃِ وَمَثَلُہُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَــظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِہٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِہِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللہُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْہُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا"

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجالائے ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔۔ (الفتح/۲۹)

جو شخص سچی محبت کی معرفت رکھتا ہے اور اس کا لحاظ بھی کرتا ہے وہ یقینی طور پر خدا کو محبوب ہو گا، اور جب بھی وہ خدا کی طرف سے محبوب ہو گا، خدا اسے اپنے نبی کی معیت عطا کرے گا، اور اس کی منفرد خصوصیات ہیں۔

سید قطب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

سورہ فتح کی آیت ۲۹ میں خدا نے ایک عجیب منظر پیش کیا ہے۔یعنی جو لوگ خدا کے رسول کی معیت میں ہیں، کچھ خاص طریقوں سے (ظاہری اور باطنی) ان کے لیے خاص حالات ہوں گے:

پہلی صورت:

کافروں کے ساتھ ان کا سلوک سخت ہے (اشدا علی الکفر) اور کافروں میں ان کے کچھ رشتہ دار ہیں) لیکن ساتھ ہی وہ ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہیں جہاں ان کی محبت دراصل حق و باطل کے درمیان ایک نقطہ جدائی ہوتی ہے۔اور وہ محبت اور پیار کے متلاشیوں کے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں کیونکہ ان کی شدت اور

رحمت خدا کے لیے ہے۔

دوسری صورت:

«وتراہم رکّعاً سجّداً» یہ ان کی شناخت کی ایک اور جہت ہے، گویا دیکھنے والا جب بھی ان کی طرف دیکھتا ہے انہیں جھکتے اور سجدہ کرتے دیکھتا ہے۔ اور یہ درحقیقت ان کےی روح کی ایک حقیقی حالت ہے، جو کہ مستقل ہوتی ہے جو کہ ان کے وجدان اور ضمیر کی عکاسی کرتی ہے۔

تیسری صورت:

یہ سمت دوسری سمت کی طرح ہے، البتہ جس کی وجہ سے اس نے اس فرق کو ظاہر کیا وہ اسکی فطرت کی گہرائی کا اظہار جو کہ اس طرح کیا: "یبعون فضلا من اللہ ورضوانا".

یعنی وہ مسلسل خدا کے فضل کے متمنی ہوتے ہیں اور اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اور انہیں کوئی اور چیز پسند ہی نہیں۔

چوتھی صورت:

یہ جہت انکے چہروں پر آثار عبادت کو بیان کرتی ہے «سیماہم فی وجوہم من اثر السجود» عبادت کا نور ان کے چہروں سے جھلکتا ہے۔

اور یہ وصف دائمی ہے اور لوح محفوظ میں ثبت ہے بلکہ «ذالک مثلھم فی التوراہ) یہ تورات کی مقدس کتاب میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بائبل میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا تھا اور خدا نے انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہونے کے طور پر متعارف کرایا۔ (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج۶، ص۳۳۳۱)

۲. محبت و مغفرت خداوند کریم کی طرف سے:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. ہدیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے در گزر فرمائے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (آل عمران/۳۱)

قُلْ أَطِيعُوا اللہ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللہ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ.

کہدیجیے: اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پس اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (آل عمران/۳۱)

۳. آثار محبت خدا مربوط با عمل صالح:

لیکن اثرات محبت مشروط ہیں۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ خدا سے محبت نہ صرف زبانی دعویٰ ہو بلکہ عملی بھی ہے اور اس کی عملیت کے لیے بھی ایک وجہ و دلیل درکار ہے، جو کہ خدا کے نبی کی پیروی اور اس کی رہنمائی میں اللہ کی راہ میں قدم رکھنا، اور اس نبی کے طریقے کو سمجھتے ہوئے ہماری زندگی میں کیونکہ ایمان صرف زبانی کلامی کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ خدا اور اس کے نبی کی پیروی کرنے اور اس کی اطاعت کرنا عبادت ہے اور الہی طریقے پر عمل کرنا ہے کہ جس کا نبی علمبردار اور مقتدا تھا۔

آیات شریفہ ۳۱ و ۳۲ سورہ آل عمران اسی مطلب کو بیان کرتی ہیں: «قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ.

لہٰذا، اگر ہماری طرف سے خدا کے لیے اشار یہانہ محبت کا احساس ہوتا ہے، تو اس کے نتیجہ، ہم اس کے پیارے ہوں گے۔ اور وہ خدا جو تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے اپنے فضل سے ہمیں محبوب بنائے گا: "یعنی اگر میں خدا سے محبت کرتا ہوں تو وہ ہمیں اپنے خاص فضل سے معاف بھی کرے گا۔" ویغفر لکم ذنوبکم» "اور صرف وہی شائستہ ہے۔" اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔" «واللہ غفور الرحیم» (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج۱، ص ۳۸۷)

4 . مومنین کے دلوں میں ایجاد محبت

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ.

اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا کی ہے، اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت خرچ کرتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ نے ان (کے دلوں) کو جوڑ دیا، یقینا اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے. (انفال/۶۳)

دلوں میں محبت اور پیار پیدا کرنا صرف اللہ رب العزت کا کام ہے۔ کیونکہ وہ خود محبت کے محرک کا خالق ہے، اور مخلوق عادی کو خاص طور پر مومنین کو محبت حقیقی سے جوڑنا خدا کے علاوہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں ہے۔، یہاں تک کہ اس نے سورہ انفال کی آیت ۶۳ میں اپنے نبی سے خطاب کیا۔:

«والّف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعا ماالّفت بین قلوبھم و لکنّ اللہ الّف بینھم انّہ عزیز حکیم» (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج۳، ص ۱۵۴۸)

5. ہدایت کلی:

وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا، اس طرح اللہ اپنی آیات کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ (آل عمران/۱۰۳)

مومنین جب بھائی بھائی بنیں اور خدا کی راہ میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور تفرقہ اور تقسیم سے بچتے ہیں اور متحد ہو جاتے ہیں، تو خدا کی محبت ان سے زیادہ نزدیک ہو جاتی ہے اور یہ انہیں ہدایت ہمہ جانبہ کی طرف لے جاتی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ «ید اللہ مع الجماعۃ و الشیطان مع من خالف الجماعۃ یرکض» خدا کا ہاتھ (سہارا) جماعت پر ہے، اور شیطان اس کے ساتھ ہے جو مسلمان جماعت کے ساتھ مخالفت کرتا ہے۔ (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج۱، ص ۴۴۴)

تیسری بحث: محبت مذموم کے معاشرے پر منفی اثرات

علامہ طباطبائی کی نظر میں مذموم محبت کے سماجی اثرات:

1. فحشاء کی اشاعت

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ"

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان کے درمیان بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ یقینا جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔" (نور/۱۹)

علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ یہاں اس عظیم آیت کی تشریح کے حوالے سے ایک چھوٹی اور تعارفی بحث لائے ہیں، جس کا ہم ذکر کرتے ہیں:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" ...

اگر یہ آیت ان آیات میں سے ہے جو افک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اس کا تعلق لوگوں کے ساتھ زنا منسوب کرنے اور گواہ نہ لانے سے ہو، تو اس کا مفہوم تہمت لگانے والوں کے لیے لازمی طور پر دھمکی

دینے والا ہے، کیونکہ افک مصداق فحشاء ہے اور اسے پھیلانا مومنوں میں اس لیے تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ بد فعلی اور برائی مومنوں میں پھیل جائے۔ تو مطلق "فحشاء" کا معنی فحاشی ہے کیونکہ زنا اور قذف اور اس جیسی دیگر برائیوں، کو مومنوں میں پھیلانا، خود دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کا سبب بنتا ہے۔ (محمد حسین طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱۵، ص۱۳۲)

2. حب دنیا کیطرف میلان

"زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِینَ وَالْقَنَاطِیرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ"

"لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی رغبت مثلاً عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے خزانے، عمدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتی زیب و زینت بنا دی گئی ہیں، یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اچھا انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے۔" (آل عمران/۱۴)

اس دنیا کی دولت اور لذتیں اس چیز کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور تمہید ہیں جو خدا کے پاس ہے اور یہ اپنے آپ میں ایک مستقل مقصد نہیں ہیں۔

اگر محبت کی درجہ بندی کا لحاظ نہ کیا جائے اور لوگوں کی زندگیوں میں سب سے اہم غیر اہم میں بدل دیا جائے، مقدمہ کا مقام ذوق اور نفسانی دلچسپی کے مطابق زیادہ محبوب ہو جائے تو ایک فانی شے اور عارضی چیز اصل مقصد کی جگہ لے لے گا اور اصل مقصد کی جگہ قرار پائیگا۔ اور غفلت و دھوکہ کا سبب بنے گا۔ محمد حسین طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۳، ص۱۳۸ (

۳۔ محبت مذموم سبب فساد معاشرہ

"قُلْ إِن کَانَ آبَاؤُکُمْ وَأَبْنَاؤُکُمْ وَإِخْوَانُکُمْ وَأَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیرَتُکُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَیْکُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِی سَبِیلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ یَأْتِیَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِینَ"

"کہد یجیے: تمہارے آبا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ اموال جو تم کماتے ہو اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کے مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو! یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔" (توبہ/۲۴)

علامہ طباطبائی کہتے ہیں: کہ یہ عظیم آیت براہ راست پیغمبر ﷺ سے مخاطب ہے اور یہ ان مومنوں کے ی طرف اشارہ ہے جن پر پچھلی آیت میں بحث کی گئی تھی اور خدا ان کے دلوں سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ ان کے دل بہت زیادہ مشغول ہیں کہ اللہ کی ممانعت بھی انہیں اپنے کافر باپوں اور بھائیوں کی محبت سے دستبردار ہونے کا باعث نہیں بناتی۔

"یَا اَیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَکُمْ وَإِخْوَانَکُمْ أَوْلِیَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَى الْإِیمَانِ وَمَنْ یَتَوَلَّہُمْ مِنْکُمْ فَأُولَئِکَ ہُمُ الظَّالِمُونَ"

"اے ایمان والو! تمہارے آبا اور تمہارے بھائی اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنا ولی نہ بناؤ اور یاد رکھو کہ تم میں سے جو لوگ انہیں ولی بنائیں گے وہ ظلم کا ارتکاب کرنے والے ہوں گے۔". (توبہ/۲۳) (محمد حسین طباطبایی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج۹، ص۲۷۵)

.4 محبت مذموم سبب غضب خداوند

"مَنْ کَفَرَ بِاللَّہِ مِنْ بَعْدِ إِیمَانِہِ إِلَّا مَنْ أُکْرِہَ وَقَلْبُہُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِیمَانِ وَلَکِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیمٌ"

"جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ کا انکار کرے (اس کے لیے سخت عذاب ہے) بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو (تو کوئی حرج نہیں) لیکن جنہوں نے دل کھول کر کفر اختیار کیا ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے". (النحل/۱۰۶)

"ذَلِکَ بِأَنَّہُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیَاةَ الدُّنْیَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ"

"یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کیا ہے اور اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا". (النحل/۱۰۷)

علامہ طباطبائی ذیل آیات میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت ۱۰۷ ان پر غضب الٰہی کی وجہ بیان کرتی ہے۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس مادی دنیا کی زندگی کو مستقل اور بہتر زندگی پر ترجیح دی اور اس زندگی کو چھوڑ دیا جو خدا کے نزدیک ہے، اور ان کا اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور انہوں نے آخرت سے منہ موڑا اور کفر کیا۔

(اور یہ کفر ہے کہ جو خدا کے غضب کا موجب ہے) اور خدا کافروں کو ہدایت نہیں دیتا کہ جب وہ خدائی

ہدایت سے دور ہوتے ہیں تو وہ کامیابی سے دور رہتے ہیں اور انہیں غضب الٰہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا.
(محمد حسین طباطبایی، ترجمہ تفسیر المیزان، ج ۱۲، ص، ۵۱۰)

چوتھی بحث

محبت مذموم کے معاشرتی اثرات سید قطب کی نگاہ میں:

۱۔ محبت مذموم سبب شرک معاشرہ

"یا اَیُّہا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَکُمْ وَإِخْوَانَکُمْ أَوْلِیَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْإِیمَانِ وَمَن یَتَوَلَّہُم مِّنکُمْ فَأُولَٰئِکَ ہُمُ الظَّالِمُونَ"

"اے ایمان والو! تمہارے آبا اور تمہارے بھائی اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو انہیں اپنا ولی نہ بناؤ اور یاد رکھو کہ تم میں سے جو لوگ انہیں ولی بنائیں گے وہ ظلم کا ارتکاب کرنے والے ہوں گے". (التوبۃ/۲۳)

اس آیت کی تشریح میں سید قطب نے خدائی نعمتوں کے استعمال کے لیے حدود اور قیود بیان کی ہیں اور درجہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک مسلمان آدمی کے لیے جائز لذات, خاندان، بیوی، اولاد، مال وغیرہ سے دور ہونا جائز نہیں ہے، اور اس کے لیے راہبانیت اور قدامت پرستی کا رواج مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ انسانی دل کو خدا کے لیے خلوص سے دھڑکنا چاہیے اور جس محبت سے اسے روکا گیا ہے وہ اس میں بھی خالص ہونا چاہیے۔ اگر یہ معاملہ ہو تو، یہ دونوں ایک مسلمان کے لیے خلوص کے ساتھ خدا کی طرف بڑھنے کا ایک قوی محرک ہے اور یہ ایک مفید عامل ہے کیونکہ یہ غیر ضروری داخلی راستوں کو روکتا ہے تو اس تناظر میں زندگی میں حلال نعمتوں سے لطف اندوز ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اور اس کے لئے قبیلے, بچے اور بھائیوں کے علاوہ، جائیداد، تجارت اور دیگر لذتوں سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ کام پسندیدہ اور مقبول ہے کیونکہ خدا کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ مختلف نعمتوں کا راہ خدا میں استعمال کرنا ہے۔ (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج ۳، ص ۱۶۱۵)

۲۔ محبت مذموم، سبب فساد و عذاب خداوندی

"قُلْ إِن کَانَ آبَاؤُکُمْ وَأَبْنَاؤُکُمْ وَإِخْوَانُکُمْ وَأَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیرَتُکُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوہَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَہَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَہَا أَحَبَّ إِلَیْکُم مِّنَ اللَّہِ وَرَسُولِہِ وَجِہَادٍ فِی سَبِیلِہِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّیٰ یَأْتِیَ اللَّہُ بِأَمْرِہِ وَاللَّہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ

الْفَاسِقِينَ" " کہہ دیجیے: تمہارے آبااور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ اموال جو تم کماتے ہو اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کے مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو! یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔" (التوبۃ/۲۴)

اس آیت کی تشریح میں سید قطب نے محبت مذموم کے دو سماجی اثرات کا ذکر کیا ہے۔فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللهُ بِأَمْرِهِ"

یعنی اگر آپ مذموم محبت کے راستے میں اس قدر آگے بڑھتے ہیں کہ باپ، بچوں، بھائیوں، بیویوں، رشتہ داروں، اور آپ کی جائیداد، کاروبار اور گھروں کی محبت, آپ کو خدا، جہاد اس کے رسول کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں، پھر یا تو خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔اور چونکہ یہ کام فسق ہے تو اگر اس کو ادامہ دو گے تو یاد رکھنا خدا فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا. "وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ". (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج۱، ص ۳۷۳)

3. محبت مذموم, مضر اعتدال معاشرہ

"زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ "لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی رغبت مثلاً عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے خزانے، عمدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتی زیب و زینت بنا دی گئی ہیں، یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں اور اچھا انجام تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ (آل عمران/۱۴)

سید قطب اسلامی معاشرہ کو تعلیم و تربیت دینے کے لیے اس عظیم آیت کی تشریح بیان کرتے ہیں۔اور وہ لکھتے ہیں کہ جب اسلامی معاشرہ انحراف اور غفلت کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر خدا انحراف کو روکنے اور اسے بیدار کرنے کے لیے اس کی رہنمائی کے لیے پوشیدہ فطری محرکات استعمال کرتا ہے تاکہ معاشرہ گمراہی سے دور ہو.

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیاوی شہوتوں اور لذتوں میں غرق ہونا قلبی بصیرت اور پند و نصیحت سیکھنے میں رکاوٹ ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام لذتیں، نعمتیں اور ضروریات فطری ہیں اور اللہ تعالی نے انہیں انسانی معاشرے میں اس لیے رکھا ہے کہ وہ زندگی کی بقا اور تسلسل میں بنیادی کردار ادا کریں۔تو اسلام نے ان مقاصد کو دبانے کا کبھی حکم یا منظوری نہیں دی، لیکن ہاں؛ اس نے ہر شعبے میں ان محرکات کی حدود کو

متوازن اور توازن اور تعادل کرنے میں ضروری مدد اور رہنمائی فراہم کی ہے۔ اور اس نے معاشرے کے لوگوں کو سکھایا ہے کہ یہ (حلال) محرکات انسانوں کی ملکیت ہو سکتے ہیں۔ اور انسانوں کو ان پر تصرف کرنے کا حق ہے، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ وہ انسانوں کی مالک بن جائیں اور انسان اس کے مملوک ہوں۔ ہرگز. اسی لیے خدا نے قرآنی آیت نازل کی تاکہ معاشرے کے اس تعلیمی حصے کا خیال رکھا جا سکے۔. اگر ہم اس آیت پر توجہ دیں تو خدا نے تمام انسانی خواہشات اور ضروریات کا خلاصہ کر دیا ہے کیونکہ یہ عورتیں، اولاد، اموال، سواریاں، زراعت، و حیوانات. ـ احب الشھوات _ ہر وقت اس دنیا میں انسانوں کی محبوب ترین ضرورت رہی ہے۔ زُیِّنَ لِلنَّاسِ" صیغہ فعل مجہول کا استعمال یہ بتاتا ہے کہ انسان ہمیشہ ان چیزوں کا محتاج رہا ہے تاکہ انسانی زندگی نشو نما پیدا کرے. یقینا یہ بھی درست ہے کہ انسانی فطرت میں ایک جبلت ہے جو ان خواہشات اور ضروریات کو متوازن اور منظّم کرتی ہے اور اس معاملے میں افراط و تفریط کو روکتی ہے۔. (سید قطب، تفسیر فی ظلال القرآن، ج ۱، ص ۳۷۳)

پانچویں بحث:

معاشرہ میں لوگوں کے ساتھ تعاون اور مدد

خاندان کے بعد، معاشرہ کی باری آتی ہے کہ اس طرح کے تعاون زیادہ تر ذاتی، سماجی، سیاسی، فوجی و اقتصادی امداد کی شکل میں کیے جاتے ہیں۔.

1. انفرادی مدد:

حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں روایت ہے: جو شخص آپ کی خدمت میں کسی مسئلہ کے لیے آتا، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، آپ ﷺ اٹھ کر اس کی ضرورت پوری فرماتے تھے۔. (محجہ البیضاء فی تہذیب الحیاء، ج ۴، ص ۱۲۹)

2. اجتماعی تعاون:

معصومین علیہم السلام معاشرے اور برادری میں اچھے کاموں کی دیکھ بھال بھی کرتے تھے۔ اور قیادت اور دیگر سرگرمیوں جیسے کہ زراعت، تجارت، مویشی پالنا وغیرہ کے علاوہ، معاشرے کے بہت سے دیگر کاموں میں بھی لوگوں کی مدد کرتے۔ امام سجاد علیہ السلام کی طرح جنہوں نے گمنام طور پر قافلوں کی دیکھ بھال کی اور قافلوں کی ضروریات کو پورا کیا۔. (علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۶۹)

3. ثقافتی تعاون:

ثقافتی امور سے نمٹنے اور معاشرے کی روحانی پیاس کا جواب دینے کے لیے بھی معصومین علیہم السلام کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسا کام سوائے خدائی منتخب افراد کے نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے تمام وجود کے ساتھ، انہوں نے ثقافتی اور روحانی کمزوری و کمی اور لوگوں کے بہت سے سماجی مسائل کو سمجھا اور اسے ایثار اور قربانی سے حل کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کی مدد کی۔

4. عسکری تعاون:

جنگ و جہاد ایک اجتماعی تحریک ہوتی ہے جو افراد معاشرہ کے تعاون کے بغیر زیادہ پر ثمر نہیں ہوتی۔ خدا کے رسول اور ائمہ علیہ السلام نے بھی ان کاموں میں اپنے وقت میں ہر ایک کے ساتھ ضروری تعاون کیا۔

5. اقتصادی تعاون:

ائمہ معصومین علیہم السلام ہمیشہ لوگوں کی بھلائی اور راحت چاہتے تھے، اس لیے ان کے ساتھ معصومین علیہم السلام کے تعاون کا ایک اہم حصہ اقتصادی امور میں تھا۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو مومن مر جائے اور مقروض ہو، ہم اس کا قرض ادا کریں گے اور اس کے خاندان کی ضروریات بر لائنگے۔ (یعقوب کلینی، اصول کافی، ج ۷، ص ۱۶۸)

نتیجہ

ہم نے اس مقالے میں درج ذیل نتائج حاصل کیے ہیں۔

*انسانوں پر خدائی الطافات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے انہیں انتہائی خوبصورت انداز میں تخلیق کیا اور محبت اور پیار کے جذبات کو ان کے خمیر میں ملا دیا تاکہ انسانوں کے لیے ایک جذباتی اور اخلاقی رہنمائی کا ذریعہ بن سکے اور انسانیت کے استحکام اور تسلسل کا ذریعہ بھی بنیں.

*اس خاکی مخلوق کے لیے، یعنی انسانوں کو، اس لیے کہ محبت کے اس قیمتی جذباتی محرک کو خرچ کرنے میں افراط و تفریط نہ کرنے، اور خدا کے راستے میں ٹھوکر نہ کھائے، ایک تفصیلی منصوبہ جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و آسمانی کتابیں اور حتی انکے بعد سلسلہ امامت شامل ہیں عطا کیا تاکہ اس تربیتی جبلت سے راہ ہدایت میں درست استفادہ کر سکے۔

*چونکہ اس دنیا میں ہر عمل کا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے اور لوگوں کی ہر حرکت کا ایک رد عمل ہوتا ہے، پس

محبت کا مصرف جہاں بھی درست کیا جائے گا اس کے اثرات بھی مثبت ہوں گے۔اور اگر راستہ غیر خدا اور نادرست کو اختیار کیا، تو قطعاً اس کے اثرات بھی بہت زیادہ خطرناک ہوں گے۔

*جو چیز انسانی کامیابی یا ناکامی پر بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے وہ محبت کے استعمال میں انسان کا اپنا انتخاب ہے۔ اگر یہ زمینی مخلوق قلیل نعمتوں سے خوش ہو جاے اور اپنے انجام سے بے خبر رہے تو یقیناً اس نے خود کو کھو دیا ہے۔اور یہ اس خوشی تک ہرگز نہیں پہنچ پائے گا جو اسے حاصل کرنا چاہیے۔.

*لیکن اگر انسان اس اخلاقی اور جذباتی محرک (محبت اور ہمدردی) کو درست نہ پہچانے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ دنیا ایک راہگذر کی مانند ہے اور اس میں کسی کو ابدی زندگی نہیں ملی اور دنیا کی ان نعمتوں سے لگاؤ ایک احمقانہ بات ہے۔اور اس سے محبت کرنے والوں کی مثال فانی دنیا سے دل لگانا ہے تو اس صورت میں یہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پائے گا۔

*اس مقالے سے جو کچھ ہم نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ محبت کا عنوان مختلف جہتیں رکھتا ہے مثلا اچھا اثر اور برا اثر کہ جسکا درست استعمال حقیقی انسانی خوشی حاصل کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔.

منابع و مآخذ:

○ قرآن مجید

1. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار الصادر، ۱۴۱۴ھ ق، چاپ سوم
2. الفراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، بیروت، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۸ق، چاپ اول
3. الکلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، تہران، دار الکتب الإسلامیۃ، ۱۴۰۷ق، چاپ چہارم
4. آلوسی، محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ. ق، چاپ اول
5. شاذلی، سید بن قطب ابن ابراہیم، فی ظلال القرآن، دار الشروق، بیروت، ش ۱۳۹۴
6. بحرانی، ہاشم بن سلیمان، البرہان فی تفسیر القرآن، قم، موسسۃ البعثۃ قسم الدراسات الإسلامیۃ، ۱۴۱۵ھ. ق، چاپ اول
7. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، بیروت، دار الشامیۃ ۱۴۱۲ھ. ق، چاپ اول
8. زمخشری، ابو القاسم المحمود، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۳۱، چاپ دوم
9. طباطبائی، السید محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، قم، دفتر انتشارات اسلامی، ۱۴۰۷ق، چاپ اول
10. طبری، محمد بن جریر، المسترشد فی الامامہ، تہران، موسسہ الثقافۃ الاسلامیۃ لکوشانپور، ۱۴۱۵ق، چاپ اول
11. طوسی، محمد بن حسن، تلخیص الشافی، قم، محبین، ۱۳۸۲ش، چاپ اول
12. ـــ، التبیان فی تفسیر القران، بیروت، دار التراث عربی ۱۴۰۹، چاپ اول.